علمی مضامین سلسلہ نمبر۴

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جوتاحال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

رمضان شریف ، شبِ قدر ، اِعتکاف

﴿ حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ﴾

تمہید :

اِنسان کیا ہے ؟ اِس کا جواب نہایت آسان اور ظاہر ہوتے ہوئے اِنتہا درجہ پوشید اور حد سے زیادہ مبہم ہے چنانچہ عربی شاعر ''اَبوالعلامعری'' نے کہا تھا :

وَالَّذِیْ حَارَتِ الْبَرِیَّةُ فِیْهِ حَیَوَانٌ مُسْتَحْدَثٌ مِنْ جَمَادِ

''جس کی حقیقت میں ساری مخلوقات سرگرداں ہے وہ ایک جاندار ہے جو جماد یعنی مٹی وغیرہ سے پیدا کیا گیا۔''

تاہم علماء اور حکماء نے اِس سوال کا جواب دیا ہے۔ منطقی صاحبان فرماتے ہیں کہ ''اِنسان حیوانِ ناطق ہے۔'' یعنی ایسا جاندار جو بدیہیات سے نظریات کو پہچان سکے، اُمور متعارَفہ سے غیر معلوم اُمور کو دریافت کر سکے۔

اِسی طرح اَطباء، فلاسفہ وغیرہ نے اپنے اپنے مذاق کے بموجب مختلف عبارتوں سے اِس سوال کا جواب دیا ہے۔

اور یادش بخیر مسٹر ڈارون کا خیال یہ ہے کہ

''اِنسان درحقیقت بندر تھا جو ترقی کرتے کرتے اِس حد تک پہنچ گیا۔''

اِرتقائی مدارج نے اِس کی دُم غائب کردی اور اُس کے قد کو سیدھا کردیا ! ! ! ! !

جدید فلاسفہ کی تحقیق ہے کہ

''اِنسان اِبتداء میں ایک کیڑا ہوتا ہے جو نشو ونما پاتے پاتے اِنسان بن جاتا ہے۔''

مگر علماءِ تصوف و سلوک کا جواب سب سے زیادہ دلچسپ اور کار آمد ہے، علماءِ حقیقت فرماتے ہیں کہ

''یہ ایسی مخلوق ہے جس میں جانوروں کی خواہشات اور فرشتوں کے مَلکات کو یکجا کردیا گیا ہے۔''

علماءِ سلوک کا یہ جواب اُن کے مخصوص مذاق کا آئینہ دار ہے علماءِ سلوک اور تصوف کا کام یہی ہے کہ وہ رذیل اور کمینہ اَخلاق سے رُوح کو پاک وصاف کریں اور اعلیٰ اَخلاق بلند ترین فضائل کو اِس طرح فطرتِ اِنسانی کے ساتھ پیوست کردیں کہ وہ طبیعتِ ثانیہ بن جائیں۔

جانوروں کی خواہشات کے لیے اِصطلاحی لفظ ''بہیمت'' ہے اور فرشتوں کے ملکات کو ''مَلکوتی صفات'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اِس حقیقت کی دُوسری تعبیر یہ بھی ہے کہ

''اِنسان ایک ایسی مخلوق ہے جس کو خیر اور شر سے مرکب کیا گیا ہے۔''

حقیقت یہ کہ ہم اِصلاح اور تزکیہ نفس کا اُونچا مقصد سامنے رکھ کر اِنسان پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم اِبتداء میں نوزائیدہ بچہ کو اِس طرح بے حس اور عقل و شعور سے خالی پاتے ہیں جس طرح اور حیوانات کے بچے، اُن کے تمام اِحساسات اور تخیلات کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ بھوک لگے تو رولیں، پیٹ بھر جائیں

تو سو جائیں لیکن پھر نشو و نما کے ساتھ ساتھ فہم اور شعور کا بھی نشو و نما ہوتا چلتا ہے چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ بعد اُس کے علم و اِدراک کی ایک مخصوص کیفیت جانوروں کے بچوں سے اُس کو ممتاز کر دیتی ہے۔

یہاں سے منطقی تعریف کا آغاز ہوتا ہے کہ ''وہ ایک ایسا جاندار ہے جس میں اِدراک کی قوت ہو'' لیکن وہ قوتِ اِدراک پا لینے کے بعد بھی اپنی خواہشات میں جانوروں سے کچھ ممتاز نہیں ہوتا، کھانے پینے کی طرف میلان، دُنیا کی طمع اور حرص، مرضی کے برخلاف پر غیظ و غضب اور پھر تکبر اور خود پسندی اور اِسی طرح نفسانی خواہشات وغیرہ وغیرہ۔ وہ شیر، بھیڑیے، بکرے اور بندروں جیسا ہوتا ہے، اِن ہی میلانات اور اَوصاف کا نام ''بہیمیت'' ہے لیکن اِس سے اِنکار نہیں کیا جا سکتا کہ اِس بہیمیت اور حیوانیت کے دور میں ایک لطیف اِستعداد اُس کے اَندر ضرور ہوتی ہے جس کو اگر بروئے کار لایا جائے تو وہ پکا خدا پرست، پرہیزگار، رحم دِل، دُنیا سے بے نیاز، خدا کی مرضی پر راضی اور جانثار، حلیم اور بردبار ہو سکتا ہے، یہ لطیف اِستعداد اگرچہ اُس کی فطرت کا جزو ہوتی ہے مگر اُس کا ظہور دس بارہ سال کی عمر سے پہلے عموماً نہیں ہوتا، شریعتِ غرّاء نے اِس لطیف اِستعداد پر اَحکام کی تکلیف کو موقوف رکھا ہے اور سنِ بلوغ کو اُس اِستعداد کے لیے ایک معیار قرار دیا ہے۔ بہرحال یہ حسی مشاہدہ صوفیاءِ کرام اور علماءِ حقیقت کی تصدیق کرتا ہے کہ اِنسان بہیمیت اور مَلکوتی صفات سے مرکب ہے۔

قرآنِ پاک کی متعدد آیتیں اِس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک اور چیز کی تعلیم دیتی ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اِنسان کو اگرچہ خیر و شر، بہیمیت اور مَلکوتیت سے مرکب کیا گیا ہے مگر مرضی اِلٰہی یہ ہے کہ وہ بہیمی صفات کو چھوڑ کر مَلکوتی صفات اپنے اَندر پیدا کرے اور بارگاہِ رب العزت میں اعلیٰ تقرب حاصل کر لے، اِرشاد ہوتا ہے :

﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴾ (الاحزاب : ۷۲)

''ہم نے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے اَمانت پیش کی مگر اُن سب نے اِس کے برداشت کرنے سے اِنکار کیا اور اِس سے خوف کھایا، اِنسان نے اِس

کو برداشت کرلیا کیونکہ وہ ظلوم وجہول تھا۔''

یعنی زمین آسمان اور پہاڑ نہ بہیمی صفات رکھتے ہیں اور نہ مَلکوتی صفات کی اُن کے اَندر صلاحیت ہے، اِنسان میں بہیمی صفات فطری طور پر موجود ہیں اور مَلکوتی صفات بھی اُس کی فطرت میں وَدیعت فرمائی گئی ہیں تو اُس کو یہ اَمانت عطا فرمائی گئی تاکہ وہ صفاتِ خبیثہ سے پاک ہوکر مَلکوتی صفات حاصل کرلے، ''ظلوم'' کے بجائے ''عادِل'' ہو، ''جاہل'' کے بجائے ''عالم'' بنے۔

سورۂ تین میں خداوندِ عالم نے چند چیزوں کی قسمیں کھا کر اِرشاد فرمایا ہے :

﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ﴾ (سُورۃ التین : ۴ تا ۶)

''اِنسان کو ہم نے بہت ہی بہتر وضع عنایت فرمائی پھر اُس کو سب سے نیچے کے درجہ میں دھکیل دیا، مگر صرف وہ لوگ جو اِیمان لائے جنہوں نے نیک کام کیے اُن کے لیے ایسا اَجر ہے جس پر کوئی اِحسان نہیں جتایا جائے گا۔''

یعنی اِنسان جس میں بہترین صلاحیت اور لطیف تر اِستعداد ودیعت کی گئی ہے اُس کی اَصل فطرت بیشک بہترین وضع پر ہوئی ہے اَب اگر اُس لطیف اِستعداد کو بیکار چھوڑ کر بہیمی صفات کا گرویدہ بنتا ہے طمع، حرص، غضب، نفسانی شہوات کا دِلدادہ رہتا ہے تو اُس کو سب سے نیچے کے درجہ میں ڈالا جائے گا کہ اُس نے فطرت کی بہت بڑی نعمت کو قطعاً لغو اور بیکار کردیا لیکن اگر وہ اُس نعمتِ کبرٰی سے بہرہ اَندوز ہوکر اِیمان اور عملِ صالح پر کاربند ہوتا ہے تو اُس کے لیے خداوندِ عالم کے ہاں بڑے بڑے اَجر اور مراتب ہیں۔ واللہ اعلم۔

فلسفۂ رمضان :

اِس تمہید کے بعد حجۃ الاسلام سیّدنا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی تقریر سے اِمداد لیتے ہوئے رمضان، روزہ، اِعتکاف اور شبِ قدر کا فلسفہ بیان کرتے ہیں، وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ وَھُوَ الْمُعِیْنُ . اور مضمون ہٰذا کے ساتھ اگر اُن تمثیلات کو بھی مِلا لیا جائے جو شعبان کے نمبر میں شب برأت

اور روزۂ شعبان کے سلسلہ میں عرض کی گئی تھیں تو ناظرین کرام کا حظ دو بالا ہو جائے گا۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ نفسانی اور حیوانی شہوات کا مدار خورد و نوش پر ہے، کھانے پینے میں بے اِعتدالی ہو تو اِن بہیمی صفات میں زیادتی ہو جاتی ہے، روزہ کا مقصد یہی ہے کہ بہیمی صفات کو کمزور کرنے، مَلکوتی صفات کو قوت پہنچانے کے لیے کھانا پینا جماع وغیرہ چھوڑ دے۔

''قلب'' کو غیر اللہ کے تصورات سے پاک کر لے حسد، بغض، کینہ، عداوت وغیرہ صفاتِ خبیثہ سے صاف کر لے۔

''زبان'' کو غیبت، چغلی، دشنام، بیہودہ مذاق، جھوٹ وغیرہ سے محفوظ رکھے۔

''آنکھ'' کو نظر بد سے۔

''اَعضاء'' کو اَفعالِ ممنوعہ سے روکے۔ یہ ہے روزہ کی رُوح۔

اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں روزہ کی تین قسمیں ہیں :

(۱) عوام کا روزہ یعنی کھانا پینا اور جماع ترک کر دینا۔

(۲) خواص کا روزہ یعنی حواس اور اَعضاء کو خواہشات سے روک کر ایسے جائز اَفعال سے بھی اِجتناب کیا جائے جن سے نفس کو کسی قسم کی مسرت یا لذت حاصل ہو۔

(۳) اَخص الخواص کا روزہ یعنی ماسوا خدا تمام چیزوں سے اِجتناب اور اِحتراز کر کے صرف حضرت حق جل مجدہٗ کے مراقبہ اور اُسی کے تصور اور دھیان میں مستغرق رہا جائے۔

فضائلِ روزہ :

سیّدنا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں روزہ ایک بہت بڑی نیکی ہے جو مَلکوتی صفات کو قوی کرتا ہے اور بہیمی صفات کو کمزور کرتا ہے، رُوح کو صیقل اور صاف کرنے میں اور بہیمی طبیعت کو مقہور اور مغلوب کرنے میں روزے کے برابر کوئی نیکی نہیں۔

اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ یعنی عام قاعدہ تو یہ ہے کہ ایک نیکی کا ثواب علٰی حسبِ مراتب

وتفاوتِ نیت وغیرہ دس گنے سے لے کر سات سو گنے تک ملتا ہے چنانچہ فرشتے اِسی قاعدہ کے بموجب نامۂ اَعمال میں ثواب لکھتے ہیں مگر روزہ اِس عام قاعدہ سے مستثنیٰ ہے اور اُس کا تعلق مخصوص طور پر میرے ساتھ ہوتا ہے لہٰذا اِس کا بدلہ بھی مخصوص طور پر میں ہی مرحمت کروں گا۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب روزہ کی اصل اور رُوح یہ قرار دی گئی کہ بہیمی اور ناپاک صفات کو کمزور کیا جائے تو جس قدر یہ صفات کمزور ہوتی رہیں گی اُتنی ہی رُوح میں صفائی پیدا ہوتی رہے گی، گناہوں کا کفارہ ہوتا رہے گا مَلکوتی صفات میں قوت بڑھتی رہے گی، ملائیک سے خاص قرب حاصل ہوتا رہے گا اور فرشتوں کی نگاہ میں وہ محبوب اور عزیز بنتا رہے گا چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا اِرشاد ہے :

وَلَخَلُوْفُ فَمِ الصَّآئِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ [1]

''یقینًا روزہ دار کے منہ کی بو خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ اچھی مانی جاتی ہے۔''

کیوں نہ ہو، یہ اَثر ہے اُس فاقہ اور اُس نفس کُشی کا جو اللہ کے لیے ہے جو رُوح کے زنگ کو دُور کرتا ہے، ملائکہ سے مشابہت پیدا کرتا ہے۔ شاہ صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص روزہ کو عادت بنالیتا ہے تو عاداتِ خبیثہ کے مہلک خطرات سے محفوظ ہوجاتا ہے۔

فضائلِ رمضان شریف :

ماہِ شعبان کی اِشاعت میں عرض کیا گیا تھا کہ رُوحانی عالَم اور ملاءِ اَعلیٰ کے لیے بھی فصلِ بہار اور موسمِ گل ہوتا ہے چنانچہ رمضان شریف کا مہینہ عالمِ بالا کے لیے فصل گاہ ہے، رُوحانی مَلَکات سرسبز ہوتے ہیں، باغیچہ ہائے رحمت میں تازگی آتی ہے، جنتوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور عالمِ اَسفل پر مخصوص اَنوار اور برکات کی بارش ہوتی ہے۔

فضائلِ رمضان کے متعلق اگر تمام اَحادیث کو جمع کیا جائے تو بہت زیادہ طول ہوجائے گا رسالہ کے اَوراق اِس کے لیے متحمل نہیں، یہاں ہم اِس سلسلہ میں صرف دو حدیثیں پیش کرتے ہیں :

پہلی حدیث : رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا میری اُمت کو رمضان شریف میں پانچ چیزیں

[1] مشکوۃ شریف کتاب الصوم رقم الحدیث ۱۹۵۹

مرحمت ہوتی ہیں جو دُنیا میں کسی اُمت کو نہیں عطا کی گئیں۔

(۱) رمضان کی پہلی شب میں خداوندِ عالم نظرِ لطف فرماتا ہے اور جس پر خداوندِ عالم نظرِ لطف فرما گئے اُس کو کبھی عذاب نہ دے گا۔ خداوندا ہمیں نظرِ لطف کا اہل کر دے، آمین۔ محمد میاں۔

(۲) روزہ داروں کے منہ کی بو خدا کے یہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ اچھی مانی جاتی ہے۔

(۳) فرشتے میری اُمت کے لیے رات دِن مغفرت کی دُعا کرتے رہتے ہیں۔

(۴) خداوندِ عالم جنت کو حکم فرماتے ہیں کہ مزین ہو جا، بہت ممکن ہے میرے کچھ بندے دُنیا کی مصیبت سے نجات پا کر تیرے اَندر میری نوازشوں سے بہرہ اَندوز ہوں۔

دُوسری حدیثوں میں یہ بھی آتا ہے کہ جب رمضان آتا ہے تو جنتوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، دوزخوں کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور بڑے بڑے شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم وغیرہ)

(۵) جب آخری شب ہوتی ہے تو تمام روزہ داروں کو بخش دیا جاتا ہے (یعنی جنہوں نے روزے کے آداب کا پورا پورا لحاظ کیا تھا) کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا وہ شبِ قدر ہوتی ہے ؟ فرمایا نہیں، لیکن قاعدہ یہی ہے کہ مزدور کو مزدوری کام کے ختم پر دی جاتی ہے۔ (ترغیب وترہیب ص ۲۰۱)

دُوسری حدیث میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ شعبان کے آخری دِن رسول اللہ ﷺ نے تقریر فرمائی، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا :

مسلمانو ! وہ مبارک اور باعظمت مہینہ آ گیا جس میں ایک رات وہ ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، خدا نے اِس مہینے کے روزے فرض کیے ہیں اور شب بیداری کو نفل قرار دیا ہے، اِس مہینہ میں نفلی کام فرض کے برابر ثواب رکھتے ہیں اور اِس ماہ میں ایک فرض کا ثواب ستر گنا ملتا ہے۔

یہ صبر کا مہینہ ہے (یعنی ہر نفسانی خواہش کو چھوڑ کر صبر کرنا اِس مہینہ کی خصوصیت ہے) اور صبر کا ثواب جنت ہے۔

یہ باہمی ہمدردی کا مہینہ ہے وہ مہینہ ہے جس میں مومن کے رزق میں زیادتی کی جاتی ہے جو

شخص کسی روزہ دار کو اِفطار کرائے گا تو اُس کے گناہوں کی بخشش ہوگی اُس کی گردن آگ سے نجات پائے گی اور جس طرح روزہ دار کو روزہ کا ثواب مِلے گا اُسی کے برابر اِفطار کرانے والے کو بھی ثواب مِلے گا بدوں اِس کے کہ اُس کے ثواب میں کمی واقع ہو (بہتر یہ ہے کہ دُوسرے کی اِفطاری سے روزہ اِفطار کرے تاکہ اُس کو دوگنا ثواب مِل جائے اور اپنا ثواب بدستور قائم رہے)۔صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے اَندر اِتنی وسعت کہاں ہے کہ دُوسروں کی دعوت کریں رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا خداوندِ عالم یہی ثواب مرحمت فرماتا ہے اُس شخص کو بھی جو چھوارے سے یا پانی کے گھونٹ سے یا تھوڑے سے دُودھ سے کسی کا روزہ اِفطار کرادے۔

یہ وہ مہینہ ہے جس کے اَوّل میں رحمت ہوتی ہے، وسط میں گناہوں کی بخشش، آخر میں آتشِ جہنم سے نجات، جو شخص اپنے غلام کے کام میں تخفیف کردے تو خداوندِ عالم اُس کے گناہ بخشش دیتا ہے اُس کو دوزخ سے نجات دیتا ہے۔

اِس مہینہ میں چار باتیں کثرت سے کرو :

(۱) اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا وِرد رکھو۔

(۲) اِستغفار زیادہ پڑھو۔

(۳) خداوندِ عالم سے جنت کی دُعا مانگتے رہو۔

(۴) دوزخ سے پناہ مانگتے رہو۔

(ترغیب وترہیب ص۲۰۲)

اِعتکاف :

اِس مبارک ماہ کی برکات کو زائد سے زائد حاصل کرنے کے لیے مسنون ہے کہ آخری عشرہ میں اِعتکاف کرے، بیسواں روزہ اِفطار کر کے اِعتکاف میں داخل ہو اور چاند دیکھنے پر اِعتکاف سے فارغ ہو۔اگر دس روز کا ممکن نہ ہو تو سات روز پانچ روز تین روز جس قدر ممکن ہو اور کم اَز کم ایک روز۔

اِعتکاف میں بیہودہ بکواس کرنی بھی منع ہے نیز بناوٹی طور پر خاموش ہو کر بیٹھنا بھی مکروہ ہے، ہر محلّہ کی مسجد میں ایک شخص کو اِعتکاف کرنا چاہیے، یہ سنتِ کفایہ ہے اگر ایک شخص نے اِعتکاف کرلیا تو سب سے یہ سنت اَدا ہوگئی، اگر موقع ہو تو جامع مسجد میں اِعتکاف کرنا افضل ہے۔

شبِ قدر :

سیّدنا حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر دو ہیں: ایک تو وہ جس کے متعلق قرآنِ پاک میں اِرشاد ہے ﴿فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ﴾ اِس شب میں تمام کاموں کی تقسیم ہوتی ہے، یہی وہ شب ہے جس میں سارا قرآنِ کریم ایک دفعہ ہی لوحِ محفوظ سے آسمانِ دُنیا کی طرف منتقل کردیا گیا تھا چنانچہ اِرشادِ ربانی ہے ﴿اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ ہم نے اِس کو لیلۃ القدر میں نازل کیا۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ رات سال بھر میں آتی ہے، یہ ضروری نہیں کہ وہ رمضان میں ہی ہو، ہاں غالب گمان یہی ہے کہ رمضان شریف میں ہوتی ہے۔

دُوسری شب ایک اور بھی ہے اُس کو بھی ''لیلۃ القدر'' کہا جاتا ہے اس میں رُوحانیت کی شعائیں منتشر ہوتی ہیں، عالمِ اسفل کی طرف ملائک کا دورہ ہوتا ہے اَب اگر اُس وقت مسلمان نماز پڑھتے ہیں تو آپس میں ایک دُوسرے کے اَنوار کا عکس پڑتا ہے اور ملائک سے خاص قرب حاصل ہوجاتا ہے، شیاطین دُور ہٹ جاتے ہیں دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔ نیز اَحادیث میں ہے کہ فرشتے مصافحہ کرتے ہیں اور ترغیب وترہیب میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے غیبی مصافحہ کا اَثر یہ ہوتا ہے کہ دِل پر رقت طاری ہوتی ہے، آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں یہ شب جیسا کہ صحیح اَحادیث میں وارِد ہے اِکیسویں یا تیئسویں یا پچیسویں یا ستائیسویں یا اُنتیسویں ہوتی ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ اپنی اِس تحقیق پر علماء کے اِختلاف کو اِس طرح منطبق فرماتے ہیں کہ اگر لیلۃ القدر سے مقدم الذکر لیلۃ القدر مراد ہو تو بے شک اُس کے لیے کوئی مہینہ معین نہیں نہ کوئی شب مقرر ہے اور اگر لیلۃ القدر سے دُوسری لیلۃ القدر مراد ہو تو وہ رمضان شریف کے عشرۂ اَخیرہ کی مذکورہ بالا تاریخوں

میں ہوتی ہے۔ جو شخص شب قدر میں مذکورہ بالا کیفیت حاصل کر لے تو رسول اللہ ﷺ نے اُس کو مندرجہ ذیل دُعا کی تلقین فرمائی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

اے اللہ ! تو آمرزگار ہے، معافی تجھ کو پسند ہے پس مجھ کو معاف فرما

❁ ❁ ❁